

# حضرت معاویہؓ اور خلافت و ملوکیت

(۱۰)

ملک غلام علی صاحب

کیا ولی عہدی محض ایک تجویز ہے؟ محترم مدیر "البلاغ" نے یزید کی ولی عہدی پر بحث کے دوران میں اس بات پر بھی زور دیا ہے کہ محقق علماء کے نزدیک خلیفہ وقت تنہا اپنی مرضی سے کسی کو ولی عہد بنا دے، تو یہ محض ایک تجویز ہے جسے امت کے اہل حل و عقد اس کی وفات کے بعد قبول بھی کر سکتے ہیں اور رد بھی۔ اس سے غالباً یہ تاثر دلانا مقصود ہے کہ جب یہ چیز محض ایک ایسی تجویز و ہدایت کی حیثیت رکھتی ہے جسے رد بھی کیا جاسکتا ہے تو پھر اسے محل اعتراض بنانے کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بہت سے معاملات ایسے ہوتے ہیں جو اپنی نظری حیثیت میں تو بالکل سادہ و سہل دکھائی دیتے ہیں لیکن ان کے عملی پہلو کے ساتھ بڑی مشکلات وابستہ ہوتی ہیں۔ یہ بات مجھے بھی تسلیم ہے کہ ولی عہدی ایک تجویز ہے بلکہ اصول و قواعد شرعیہ کا تقاضا ہی یہی ہے کہ یہ تجویز ہی رہے اور اس کے رد و قبول کا اختیار امت مسلمہ کو حاصل رہے۔ لیکن جس شخصیت کو خلیفہ ایک مرتبہ آب و تاب کے ساتھ اپنے عروج و افتدار کے زمانے میں سب کے سامنے پیش کر دیتا ہے اور اس کے حق میں ولی عہدی کی بیعت لے لیتا ہے، اس کو پیچھے ہٹا کر کسی دوسرے اور موزوں تر شخص کو منصب خلافت پر فائز کرنا امت کے لیے عملاً نہایت دشوار ہو جاتا ہے اور پوری اسلامی تاریخ میں کوئی ایک مثال بھی مشکل ہی سے ملے گی کہ کسی شخص کو ولی عہد بنائے جانے کے بعد پرامن اور شوریائی و جمہوری طریق کے مطابق اسے تبدیل کر کے کسی دوسرے اہل تر شخص کو خلیفہ بنایا گیا ہو۔ نظری اعتبار سے ولی عہد تو درکنار باقاعدہ منتخب شدہ خلیفہ بھی قابل عزل ہے، لیکن اگر ایک نااہل فرد ایک مرتبہ امارت پر متمکن ہو جاتا ہے تو اسے بھی معزول کرنا اور اس کی جگہ موزوں تر فرد کو لانا سخت مشکل

بلکہ عملی طور پر محال ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امت کے محدثین اور ائمہ مجتہدین کی اکثریت نے ایسے فرد کی خلافت کو بر بناتے ضرورت اور انسدادِ فتنہ و فساد کی غرض سے تسلیم کر لیا ہے اور افضل کی موجودگی میں بھی مفضل کی خلافت کو جائز سمجھا ہے۔ بہر کیف ولی عہدی کی تجویز خواہ امت کے لیے واجب التعمیل ہو یا نہ ہو، یہ محض مقدس تمنا یا لاطائل ہو امیں اُڑ جانے والی قرار دینے سے۔ یہ دراصل وہ نشتِ اول ہے جو آنے والی خلافت کے لیے بنیاد کا کام دیتی ہے۔ اگر اس میں کمی ہے تو آئندہ تعمیر کا صحیح بنیادوں پر اٹھایا جانا جوئے شیر کا لانا بلکہ موتِ خون کا سر پر سے گزارنا ہے، جیسا کہ حضرت حسینؑ اور حضرت ابن زبیرؓ کی شہادت ہمیں بتا رہی ہے۔

حضرت ابوبکرؓ نے بلاشبہ حضرت عمرؓ کو بطور جانشین تجویز کیا اور حضرت عمرؓ نے بھی مجلس مشاورت نامزد فرمائی۔ مگر جیسا کہ میں واضح کر چکا ہوں، انہوں نے دم واپس اور حالتِ نزع کے وقت ایسا کیا اور اپنے کسی رشتہ دار کو تجویز نہیں کیا۔ حضرت ابوبکرؓ کے الفاظ یہ تھے کہ یہ میرا آخری وقت ہے جبکہ ایک فاجر بھی تائب ہو جاتا ہے اور حضرت عمرؓ کو جب آخر وقت میں امیر المؤمنین کہہ کر خطاب کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ آج مجھے امیر المؤمنین مت کہو، آج میں امیر نہیں رہا۔ ظاہر ہے کہ اُس وقت کی وصیت کو آخر اُس ولی عہدی کے تقرر سے کیا مماثلت ہو سکتی ہے جبکہ انسان بموجب ارشادِ نبویؐ صحیحاً شیعماً ہو، ہر کس و ناکس سے ولی عہدی کی بیعت لی جا رہی ہو اور اس کے لیے ایک شہر سے دوسرے شہر تک شدِ رحال کیا جا رہا ہو، ظاہر ہے کہ ان دونوں میں ظاہری و معنوی دونوں لحاظ سے بڑا فرق ہے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے معاملے میں اگرچہ عہد یا استخلاف کا لفظ حدیث کی کتابوں میں آیا ہے، لیکن ولایتِ عہد اور ولی العہد کی اصطلاح بعد میں مروج ہوئی اور ولی عہدی ایک باقاعدہ استحقاقی و تزجیحی منصب بن گئی۔

۱۔ الصواعق المحرقة ص ۵۵ اور کنز العمال وغیرہ میں حضرت ابوبکرؓ کے آخری الفاظ یوں منقول ہیں: هذا عهد ابی بکر فی آخر عہدہ من الدنیا خارجاً عنها وعند اول عہدہ بالآخرۃ داخل فیما حیث یومن الکافر ویوقن الفاجر ویصدق الکاذب . . . . . دیکھو ابوبکرؓ کی اُس گھڑی کی وصیت ہے جبکہ اس کے دنیا سے جانے کا آخری وقت اور آخرت میں داخل ہونے کا اولین وقت ہے، جبکہ کافر بھی ایمان لے آتا ہے، فاجر کو بھی یقین ہو جاتا ہے اور جھوٹا بھی سچ بولنے لگتا ہے . . . . . شرح فقہ اکبر ملاحظی قاری ص ۱۵، پر بھی معمولی تغیر لفظی کے ساتھ یہی وصیت منقول ہے۔

یزید کی اہمیتِ خلافت ہے | یزید کی ولی عہدی پر بحث کرتے ہوئے مدیر البلاغ نے جو تنقیحات قائم کی تھیں ان میں سے پہلی یہ تھی کہ ”ولی عہد بنانے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ دوسری یہ تھی کہ ”یزید خلافت کا اہل تھا یا نہیں؟ لیکن دوسری تنقیح کو بحث میں لاتے وقت انہوں نے اسے اس عنوان میں بدل دیا ہے کہ ”کیا حضرت معاویہؓ یزید کو خلافت کا اہل سمجھتے تھے؟ حقیقت یہ ہے کہ یزید کا خلافت کے لیے اہل ہونا اور حضرت معاویہؓ کا اسے اپنی ماتے میں اہل سمجھ لینا، ان دونوں باتوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ حضرت معاویہ نے اہل حل عقد کی رائے معلوم کیے بغیر اپنے بیٹے کو اہل یا اہل ترین فرد سمجھ لیا ہو اور فی الواقع وہ نا اہل بلکہ نا اہل ترین شخص ہو؟ یہ بات پہلے واضح کی جا چکی ہے کہ جمہور امت کا مسک یہ ہے کہ اگر ایک پیش رو خلیفہ کسی دوسرے کو اپنا جانشین یا ولی عہد تجویز کرنا چاہے تو اسے امت کے اہل ترین فرد کا انتخاب کرنا چاہیے جس میں جملہ شرائط خلافت بدرجہ اتم موجود ہوں اور یہ تجویز و انتخاب ارکانِ شوریٰ کے مشورے سے ہونا چاہیے۔ اس کے بعد ہی یہ امر متحقق ہو سکتا ہے کہ خلیفہ جس شخص کو نامزد کرنا چاہتا ہے اور جسے وہ جانشینی کا اہل سمجھ رہا ہے، وہ امت اور اس کے مجاز نمائندوں کے نزدیک بھی اہل ہے یا نہیں۔ اگر خلیفہ کا تجویز کردہ شخص اس کا بیٹا ہو تب تو ارباب حل عقد کی منظوری اور بھی زیادہ ضروری ہے۔ اور وہ اہل حل عقد بھی شاہ ولی اللہ صاحب کے بقول مستجمعین

شرائطِ خلافت یعنی ایسے افراد ہونے چاہیں جو اپنے اندر پوری طرح شرائطِ خلافت کو جمع کیے ہوئے ہوں۔ اگر ایسا نہ ہو تو اس بات کا قوی خدشہ ہے کہ بیٹے کی محبت باپ پر غالب آجائے اور اس کی قوتِ فیصلہ اور صوابدید کو متاثر کر دے۔ اس میں کسی کی ذات پر یا نیت پر حملے کا کوئی سوال نہیں۔ کیا خدا کی کتاب اور اس کے نبی کے ارشادات اس پر بار بار شہادت نہیں دیتے کہ اولاد ہمارے لیے آزمائش ہے، وہ ہمارے لیے فتنہ کر دی گئی ہے اور وہ ہمارے لیے خطرناک دشمن ثابت ہو سکتی ہے؟ کیا حضرت حاطب بن ابی بلتعہ ایک مخلص مومن اور بدری صحابی ہونے کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انتہائی نازک اور اہم جنگی راز مشرکین پر محض اس لیے نہیں فاش کر بیٹھے تھے کہ ان کے اہل و عیال کو کوئی گزند نہ پہنچے؟

حق بات یہ ہے کہ یزید کا خلافت یا ولی عہدی کے لیے اہل یا اہل تر ہونا تو درکنار، اس کی نا اہمیت اور اس کا فسق و فجور ایک ایسی کھلی ہوئی تاریخی حقیقت ہے جس کا انکار محض مکابرہ ہے۔ اگر وہ خلیفہ کا بیٹا نہ ہوتا

تو وہ آخری شخص ہو سکتا تھا جس کی جانب کسی کی نگہ انتخاب اٹھ سکتی تھی۔ لیکن خوش قسمتی یا بد قسمتی سے چونکہ وہ خلیفہ کا بیٹا تھا اور خلیفہ نے اُسے اپنی نظر میں اہل سمجھ کر چن لیا تو اب اس خلیفہ رشید کا مجبور و تقویٰ گونا گوں بحث کا موضوع بن گیا۔ بعض نے کہا کہ وہ تو بڑا عابد و زاہد اور لائق و فائق تھا، اس کی عیاشی و بد اعمالی کی داستانیں محض افسانے ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ اس کے فسق و مجور میں تو شک نہیں مگر وہ امیر معاویہ سے آخر دم تک مخفی رہ گیا یا رکھا گیا۔ بعض نے کہا کہ ولی عہدی کے وقت اُسے والدِ محترم نے یا دوسرے ہی خواہوں نے سزائش کی اور وہ سُدھر گیا۔ اب مولانا عثمانی صاحب نے فسق و مجور اور صلاح و تقویٰ دونوں کے مابین یوں تطبیق و توضیح فرمادی کہ یزید ویسے تو بہت اچھا تھا مگر سانحہ کربلا نے اس کی شہرت کو داغدار کر دیا۔ گویا کہ حضرت حسینؑ اور آپ کے بہتر ساتھیوں کا سنگدلانہ قتل شاید کسی گاڑی کا حادثہ تھا جو کسی بڑے۔۔۔ نیک دل اور بھلے مانس ڈرائیور کے ساتھ محض سودا اتفاق سے پیش آگیا اور اس کے آگے پیچھے اور گرد و پیش کی فضا میں کوئی ایسے سلسلہ اسباب و واقعات کا وجود تک نہ تھا جس کا یزید ذمہ دار یا بانی ہو، اور یزید کے خصائل و سوانح سے جس کا کوئی واسطہ ہو۔ اگر یہی بات ہے تو پھر آپ بھی کھل کر کیوں نہیں کہہ دیتے کہ حضرت حسینؑ اور حضرت ابن زبیرؓ کی روش۔۔۔ اے خروج کہیے، عدم بیعت کہیے، فرج بیعت کہیے یا بغاوت و انقار پسندی کہیے۔۔۔ بالکل بے جواز اور قابلِ مواخذہ تھی؛ جب یزید صالح، طالبِ خیر اور نیکو کار تھا اور واقعہ کربلا تک اس میں یہ سارے اوصاف اور نجابت و صلاحیت پائی جاتی تھی، تو پھر مجبوراً واقعہ کربلا سے اُس کی تصویر آخر کیوں مکروہ اور اس کی شہرت کیوں مجروح ہونے لگی۔ پھر تو سارا تصور حسینؑ ہی کا تھا کہ انہوں نے یزید کے دستِ حق پرست پر فوراً بیعت نہ کر لی اور وہ راستہ اختیار کیا جس نے انہیں صحرائے کرب و بلا جا پہنچایا۔ اہمیتِ یزید کے حق میں اس استدلال کے بعد محمود عباسی صاحب اور اپنے موقف کے مابین جو باریک فرق آپ پیدا کر رہے ہیں، اس کی کوئی حقیقت و اہمیت باقی نہیں رہتی۔

یزید کی صلاحیت؛ | یزید کی صلاحیت و صالحیت کے متعلق جو دلائل و شواہد "البلاغ" میں دیئے گئے ہیں وہ بھی قابلِ دید و قابلِ داد ہیں۔ سب سے پہلے یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت سعید بن عثمانؓ نے یزید کی ولی عہدی پر اعتراض کیا تو حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ اگر فلاں میدان تم جیسے آدمیوں سے بھر جائے

تو بھی زید تم سے بہتر اور زیادہ محبوب ہوگا۔ اب قطع نظر اس سے کہ یہ باپ کا بیٹے کے حق میں بیان ہے اس میں حضرت معاویہ نے یہ بالکل واضح نہیں فرمایا کہ وہ کیا وجوہ و خصائص میں جن کی بنا پر زید حضرت سعید سے زیادہ محبوب اور بہتر تھا۔ اس کے بغیر آخر کیسے آپ کا یہ ارشاد اس معاملے میں فیصلہ کن ہو سکتا ہے کہ آیا زید فی الواقع اہل خلافت تھا۔ بیٹا باپ کو محبوب تو ہوتا ہی ہے۔

اس کے بعد عثمانی صاحب نے امیر معاویہ کی ایک دعوت نقل کی ہے، اس میں بلاشبہ آپ کی یہ خواہش مذکور ہے کہ اگر زید اس منصب کا اہل ہے تو اللہ اس کی ولایت کو پورا فرما دے، ورنہ اس کی روح قبض کرے۔ لیکن ان دعویہ کلمات سے بھی زید کی فضیلت و اہلیت ثابت نہیں ہوتی بلکہ صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ امیر معاویہ اپنی رائے میں نیک بختی کے ساتھ اُسے ایسا سمجھتے تھے، لیکن یہ رائے جیسا کہ عرض کیا جا چکا غلطی اور مبالغے کے احتمال سے خالی نہیں ہو سکتی۔ بلا ذریعہ کا جو حوالہ نقل کیا گیا ہے، اس میں حضرت ابن عباس کا محض یہ قول منقول ہے کہ امیر معاویہ کا بیٹا "ان کے صالح اہل خانہ میں سے ہے" میری سمجھ میں نہ آ سکا کہ اس میں سے زید کے فضائل و مناقب کہاں سے نکل آتے؟ کسی شخص کے من صالحی اہل ہونے سے یہ کیسے لازم آتا ہے کہ وہ پوری امت کی امامت و قیادت کے لیے بھی موزوں ہے؟ پھر یہاں اس کا صیغہ تفضیل بھی نہیں استعمال ہوا، گویا کہ مطلب یہ ہے کہ اس گھر میں جو اچھے لوگ ہیں، ان میں سے ایک زید بھی ہے۔ اس کے بعد حضرت محمد بن حنفیہ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ میں نے زید کو نماز کا پابند اور خیر کا طالب پایا۔ وہ فقہ کے مسائل پوچھتا ہے اور سنت کا پابند ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ محمد بن حنفیہ تھوڑا فرصہ جا کر شام میں زید کے پاس ٹھہرے تھے اور جو کچھ آپ نے دیکھا وہ بیان کر دیا۔ لیکن بعض دوسرے حضرات، جن میں صحابہ کرام بھی شامل ہیں اور جو زید کے حالات سے زیادہ واقف تھے، انہوں نے جو کچھ زید کے بارے میں فرمایا ہے وہ اس سے بالکل مختلف ہے۔ مثلاً حضرت مقدام بن معدیکرب نے جو کچھ حضرت معاویہ کے سامنے فرمایا تھا، اُسے میں مسند احمد اور سنن ابی داؤد کے حوالے سے پہلے نقل کر چکا ہوں۔ آئندہ کسی موقع پر ان شاء اللہ میں پوری تفصیل دوں گا۔ یہاں میں صرف اتنی بات پر اکتفا کرتا ہوں کہ نماز پڑھنا اور فقہ کے مسائل پوچھنا آج کل کے زمانے میں تو بلاشبہ بڑی نیکی کی علامت ہے، لیکن اس زمانے کا بڑے سے بڑا شخص بھی ان اعمال سے خالی نہ تھا۔ آخر عبد الملک بن مروان اور اس کا گورنر حجاج بھی تو دونوں نماز روزے

کے پابند تھے اور فقہ کے مسائل پوچھتے بلکہ بتاتے تھے، حالانکہ اسی حجاج کے متعلق امام ترمذی، سنن، کتاب الفتن میں صحیح سند کے ساتھ ہشام بن حسان سے روایت کرتے ہیں کہ حجاج نے ایک لاکھ انسانوں کو مشکلیں کس کے قتل کیا تھا۔

مولانا عثمانی صاحب نے حضرت محمد بن حنفیہ کا قول تو ابن کثیر جیسے نقل کر دیا ہے لیکن اور متعدد اقوال جو یزید کے فاسق ہونے پر دلالت کرتے ہیں، ان سے صرف نظر کر لیا ہے اور اسی البدایہ میں ابن کثیر نے جلد ۸ ص ۲۳۲ پر خود اپنی جو رائے بیان کی ہے اُسے بھی قابلِ اعتناء نہیں سمجھا۔ وہ فرماتے ہیں:

قلت یزید بن معاویۃ اکثر ما نقم علیہ فی عملہ شرب الخمر وایتان بعض الفواحش فاما قتل الحسین فانه كما قال جده ابو سفیان یوم احد لم یامر بذلك ولم یسؤہ میں کہتا ہوں کہ یزید بن معاویہ کے اعمال میں اکثر جو چیز ناپسند کی گئی ہے وہ اس کی شراب نوشی اور زنا فواحش تھی۔ جہاں تک حضرت حسین کے قتل کا تعلق ہے تو یہ معاملہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ اس کے دادا ابو سفیان نے اُحد کے دن کہا تھا کہ مسلمانوں کے قتل اور منگھلاؤ، کا حکم اس نے نہیں دیا، مگر جو کچھ ہوا وہ اُس کے لیے باعثِ افسوس بھی نہیں ہے۔

پھر عثمانی صاحب نے یزید کی شہرت کو خراب کرنے والا واقعہ صرف قتل حسین ہی بیان کیا ہے معلوم نہیں اس کے بعد واقعہ حرہ میں جو کچھ ہوا، اس کا بھی فسق یزید سے کچھ تعلق مولانا عثمانی صاحب کے خیال میں ہے یا نہیں یا اس میں بھی وہ یزید کو معذور اور حق بجانب ہی سمجھتے ہیں۔ اس واقعہ پر ابن کثیر نے اسی جلد کے ص ۲۱۵ پر ان الفاظ میں تبصرہ کیا ہے:

وقد اخطأ یزید خطأ فاحشاً فی قولہ لمسلم بن عقبۃ ان یتیم المدینۃ ثلاثۃ ایام و ہذا خطأ کبیر فاحش مع ما انظم الی ذالک من قتل خلق من الصحابۃ وابتائہم وقد یزید نے مسلم بن عقبہ کو یہ حکم دے کر خطائے عظیم کا ارتکاب کیا کہ وہ مدینہ کو تین دن کے لیے مباح قرار دیدے۔ یہ بہت بڑی فاحش غلطی تھی بالخصوص جبکہ اس طرح صحابہ کرام اور ان کی اولاد کی بڑی تعدد قتل کی گئی۔ پہلے بیان

تقدم انه قتل الحسين واصحابه على يدي  
بن زياد وقد وقع في هذه الثلاثة ايام  
من المفاسد العظيمة في المدينة النبوية  
مالا يجد ولا يوصف مما لا يعلمه الا الله  
عز وجل وقد اراد بارسال مسلم بن عقبة  
توطيد سلطانه وملكه ودوام ايامه من  
غير منافع فعاقبه الله بنقيض قصده و  
حال بينه وبين ما يشتهي فقصده الله  
فاصم الجبابرة واخذه اخذ عزيز مقتدر  
وَكَذَلِكَ آخِذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَىٰ وَهِيَ  
ظَالِمَةٌ - إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ (الآية)

ہو چکا کہ اسی یزید نے حضرت حسین اور آپ کے رفقاء کو ابن زیاد  
کے ہاتھوں قتل کر لیا۔ واقعہ حرہ کے ان تین دنوں میں  
مدینہ نبویہ میں ایسے مفاسد عظیمہ رونما ہوئے جو بے حدود  
حساب اور ناقابل بیان ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی انہیں جانتا  
ہے۔ یزید نے چاہا تھا کہ مسلم بن عقبہ کو اس حرکت پر مامور  
کر کے اپنی بادشاہی کو مضبوط کرے، حکومت کو دوام  
عطا کرے اور کوئی اس کا تہ مقابل نہ رہے پس اللہ نے  
اس کے عزائم کو ناکام بنا دیا، اُسے سزا دی اور اس کی  
خوابشات کے راستے میں حائل ہو گیا پھر اللہ نے اُسے  
ایسا چکنا چور کیا جیسا کہ وہ جابروں اور ظالموں کو کرتا  
ہے اور اُسے ایسا پکڑا جیسا کہ زبردست اور طاقتور  
پکڑتا ہے۔ اور تیرے رب کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے  
جب وہ آبادیوں کو گرفت میں لیتا ہے جبکہ وہ ظلم ٹھکانی  
ہیں۔ یعنی اس کی گرفت الم ناک اور سخت ہوتی ہے۔

مولانا محمد تقی صاحب بار بار یہ کہتے ہیں کہ یزید کا فسق و فجور کسی قابل اعتماد روایت سے ثابت نہیں  
اور حضرت معاویہ نے اُسے محبتِ پدری کی بنا پر ولی عہد نہیں بنایا تھا۔ حالانکہ ابن خلدون جنہوں نے اس  
ولی عہدی کو جائز و صحیح ثابت کرنے کی پوری کوشش کی ہے، انہوں نے بھی اس بحث کے دوران میں جابجا  
فسقِ یزید کو بر ملا تسلیم کیا ہے، بلکہ ان لوگوں پر سخت نکیر کی ہے جو اسے فاسق کے بجائے عادل مان کر امام  
حسین کے موقف کو مجروح و مشکوک بناتے ہیں۔ باقی جہاں تک عذوبہ محبت کے کارفرما ہونے کا تعلق ہے،  
اس کا ثبوت ابن کثیر کی اس عبارت سے مل رہا ہے جو خود مدبر البلاغ نے اس بحث میں البدایہ، ج ۸،  
صفحہ ۱۰۰ سے نقل کی ہے کہ امیر معاویہ کی رائے یہ تھی کہ ”یزید خلافت کا اہل ہے اور یہ رائے باپ بیٹے کی

شدید محبت کی وجہ سے تھی، نیز اس لیے تھی کہ وہ یزید میں ذیورنی نجابت اور ثنا ہزاروں کی سی خصوصیات فنون جنگ سے واقفیت اور انتظام سلطنت کی صلاحیت دیکھتے تھے۔ لیکن اس بات کا آخر کون عوی کر سکتا ہے کہ خلیفہ وقت کا بیٹا ہونے کے سوا دیگر صفات مذکورہ رکھنے والا کوئی دوسرا شخص موجود نہ تھا۔

ابن حجر عسقلانی کے اقوال | یزید اور ولی عہد تھی یزید کے مسئلے پر جو کچھ علمائے سلف نے لکھا ہے، میں ان میں سے اب امام ابن حجر عسقلانی کی کے چند اقتباسات پیش کرنا چاہتا ہوں جو ائمہ شافعیہ میں بلند مقام رکھتے ہیں ان کی دو کتابیں الصواعق المحرقة فی الرد علی اہل البدعة والزندقة اور تطہیر الجنان واللسان عن الخطور و تقوہ بئس سیدنا معاویہ بن ابی سفیان بہت مشہور ہیں۔ مدیر البلاغ نے اپنے سلسلہ بحث میں ان کے حوالے جا بجا دیتے ہیں اور ایک مقام پر یہ صراحت بھی ضروری سمجھی ہے کہ "اس حوالے کے لیے ہم محترم جناب مولانا محمد یوسف صاحب خطیب جامع اہل حدیث کے تکرار ہیں" عدالت صحابہ کی بحث میں ابن حجر کی جو عبارتیں نقل کی گئی ہیں، ان کے متعلق تو انشاء اللہ آگے چل کر میں عرض کروں گا، یہاں میں اتنی بات واضح کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ مذکورہ بالا دونوں کتابیں اہل سنت کا عقیدہ و مسلک خوارج و اہل تشیع کے بالقابل پیش کرتی ہیں۔ پہلی کتاب میں خلفائے راشدین کے مناقب و آثار درج کیے گئے ہیں اور ان کے خلاف اعتراضات کار و کیا گیا ہے اور دوسری کتاب، جیسا کہ اس کا نام ہی بتا رہا ہے حضرت معاویہ کے فضائل پر مشتمل ہے اور مختصرات میں یہ ایک اہم تالیف ہے جو امیر معاویہ کے دفاع میں لکھی گئی ہے۔ اب اسی کتاب تطہیر الجنان کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

لہ اس کتاب کا ایک حوالہ میں نے گزشتہ ترجمان میں دیا تھا جس سے ثابت ہوتا تھا کہ یزید نے حضرت حسن کو زہر دلوایا تھا، مگر عبارت نقل نہ ہو سکی۔ الفاظ یہ ہیں: کان سبب موتہ ان زوجته جعدۃ بنت الاشعث بن قیس الکندی دس الیہا یزید ان تسہ و یتزوجها و بذل لها مائۃ الف درہم۔ ففعلت الصواعق المحرقة مطبوعہ ممبئیہ، مصر ۱۳۰۴ھ۔ حضرت حسن کی موت کا سبب یہ ہوا کہ یزید نے ان کی بیوی جعدہ بنت الاشعث بن قیس کندی سے سازش کی کہ وہ ان کو زہر دیدے اور وعدہ کیا کہ وہ اس سے شادی کر لے گا اور اسے ایک لاکھ درہم دیئے۔ چنانچہ اس نے زہر دے دیا۔



مزید مجتہد لیزید اعنت علیہ طریق الہدی  
 و اوقعت الناس بعدہ مع ذلك الفاسق المارق  
 فی الروی، لکنہ قضاء فحتم و قدر ان سیرم۔  
 فسلب عقله الكامل و عمله الشامل و  
 رها الذی کان یضرب به المثل و یرین  
 له من یزید حسن العمل و عدو  
 الانحراف و الخلل بكل ذلك لما اشار  
 الیہ الصادق المصدوق صلی اللہ علیہ  
 وسلم انه اذا اراد اللہ انقاذ امره  
 فسلب ذوی العقول عقولہم حتی  
 یفقدوا ارادہ تعالیٰ۔ فمعاویہ معذور  
 فیما وقع فیہ لیزید لانہ لم یشیت عنده  
 نقض فیہ بل کان یزید یدس علی ابیہ  
 من یحسن له حاله حتی اعتقد انه اولی  
 من ابناء بقیۃ الصحابة کلام فقدّمہ  
 علیہم مصرحاً بتلك الاولیۃ التي تخیارها  
 ممن سلط علیہم لیحسنہا له اختیاراً للناس  
 عن فالك اما هو لظن انہم انما کر ہوا  
 فولیتہ لغیر فستقہ من حسد او نخوة

ترجمان القرآن جلد ۳، مطبعہ مبینیہ، مصر، ۱۲۰۶ھ

امیر معاویہ پر زید کے غلبہ محبت نے طریق ہدایت گم کر  
 دیا اور اس فاسق و بے دین کے ساتھ دوسرے لوگوں کو  
 بھی ہلاکت میں ڈال دیا۔ لیکن قضا و قدر کی جو بات  
 قطعی تھی وہ پوری ہو کر رہی۔ پس آپ کی وہ ذہنی و عملی  
 صلاحیت اور ضرب المثل مدبرانہ قابلیت سلب کر لی  
 گئی اور ان کے لیے یہ بات فرین کر دی گئی کہ زید نیکو کا  
 اور انحراف و خلل سے پاک ہے۔ یہ سب کچھ اس ارشاد  
 نبوی کے مطابق ہوا جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد  
 فرمایا تھا کہ جب اللہ کسی امر کو نافذ کرنا چاہتا ہے تو  
 عقل والوں کی عقل چھین جاتی ہے حتیٰ کہ اللہ اپنے ارادے  
 کا نفاذ فرماتا ہے۔ پس معاویہ نے جو کچھ زید کے لیے کیا وہ  
 اس میں معذور تھے کیونکہ ان کے نزدیک اس میں کوئی نقص  
 ثابت نہ تھا۔ بلکہ زید اپنے والد کے پاس ایسے لوگوں کو گھسا  
 دیتا تھا جو ان کے سامنے اُس کے کوائف کو اچھا بنا کر پیش  
 کرتے تھے، یہاں تک کہ وہ یقین کرنے لگے کہ زید صحابہ کرام  
 کی موجود اولاد سے افضل ہے پس انہوں نے اس فضیلت کی  
 تصریح کرتے ہوئے زید کو ان سب پر ترجیح دی اور یہ  
 فضیلت کا ٹھیل ان لوگوں کا پیدا کر دیا تھا جو امیر معاویہ  
 پر مسلط کیے گئے تھے تاکہ وہ زید کی اس افضلیت کو ان  
 کے لیے خوشنما بنائیں۔ امیر معاویہ کا زید کو ولی عہد منتخب کرنا  
 اس بنا پر تھا کہ ان کے گمان میں لوگ زید کی ولی عہدی کو فسق کی وجہ سے نہیں بلکہ حسد و غیرہ کے باعث ناپسند کرتے تھے۔

اب ایک طرف یزید کی وہ تصویر رکھیے جو عثمانی صاحب پیش کر رہے ہیں کہ اس کی سیرت واقعہ کربلا سے پہلے بالکل بے داغ تھی اور وہ ہر طرح خلافت کا اہل تھا، اور دوسری طرف ابن حجر کو دیکھیے کہ وہ یزید کی بے دینی اور مکاری و پُرکاری اور امیر معاویہ کی مغلوبیت اور سادگی کو کس رنگ میں پیش کر رہے ہیں؟

اسی سلسلے میں اسی کتاب کے صفحہ ۱۲ کا ایک اقتباس بھی دیکھیے:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب کے سب ایسے عادل، مجتہد اور راستی پر ہیں کہ کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس کے سوا کوئی اور عقیدہ رکھے لیکن اس کے باوجود ان سے ایسے عمل کا صدور ہو سکتا ہے جو ان کے مقام کے لائق نہ ہو کہ اس مقام کی نسبت سے اس پر عذر پیش کیا جاسکے مثلاً معاویہ کا یزید کو جانشین بنانا، یقیناً بیٹے کی محبت کی زیادتی نے اس کے کمال کو ان کے لیے مزین بنا دیا اور اس کے وہ عیوب ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے جو دن چڑھے سورج سے بھی زیادہ نور واضح تھے۔ امیر معاویہ کے کمال کی نسبت سے یہ ایک لغزش ہے جسے اللہ بخش دیگا لیکن اس معاملہ میں ان کی تقلید جائز نہیں پس جو ان کی اس میں پیروی کرے گا وہ اوندھے منہ دوزخ میں جا بیگا۔

ہم نے امیر معاویہ اور ان کے بیٹے کے درمیان فرق ملحوظ رکھا ہے اور دونوں کے متعلق وہی بات کہی ہے جس کے وہ حقدار تھے۔ کیونکہ ہم کسی تعصب و ناخوشی کے بغیر فقط دلائل کے پیرو ہیں۔ اگر ہمارا معاملہ تعصب اور

الصحابۃ رضی اللہ عنہم کلہم عدول  
مجتہدون علی الصواب الذی لایجوز للاحد ان  
یعتقد غیرہ۔ لکنہم مع ذلک قد یقع من احدہم  
مما لایلیق بتعامہ فیعدس لہ بالنسبۃ الیہ  
کا اختلاف معاویۃ یزید۔ فان مزید  
محبة الولدین لہ روایۃ کمالہ و اعی  
عہ روایۃ عیوبہ التی ہی اوضح من  
الشمس فی سابعۃ النہار۔ فهذا بحسب  
کمال معاویۃ نزلة یغفر اللہ لہ ولا یجوز  
التاسی بہ فیہا فمن تاسی بہ فیہا کب  
علی منخ یہ فی الناس۔

اسی کتاب کے صفحہ ۶۶ پر ابن حجر فرماتے ہیں:

اننا فرقنا بینہ و بین ولدہ و اعطینا  
کلاما ما یستحقہ لانا متعیدون بالادلة من  
غیر عصبیۃ و لاعلۃ۔ ولو کان الاصر بالتعصب  
والمحاباة لما خالفنا معاویۃ فی ولدہ الذی

قال فیدہ لولا ہوا ی فیدہ لرا بیت قصدی ای  
لہدیت الی اوسط الامور واعدلہا فی استخلاف  
غیرہ -

جانبداری پر مبنی ہوتا تو ہم معاویہ کے ٹکے کے بارے میں  
ان سے اختلاف نہ کرتے جس کے متعلق انہوں نے فرمایا تھا اگر  
مجھے اس سے محبت نہ ہوتی تو میں براہ اعتدال پالتیا، یعنی میں  
یزید کے بجائے کسی دوسرے کو جانشین بنا کر زیادہ بہتر اور  
منصفانہ طریقہ اختیار کرتا -

انہی امام ابن حجر کی بعض تحریروں کے بل پر مدیر البلاغ، نے عدالت صحابہ کے متعلق جو اختراعی نظریہ عقیدہ  
پیش کرنے کی کوشش کی ہے، اس پر یہاں قبل از وقت بحث کرنا میرے لیے ممکن نہیں ہے، لیکن یزید کی ولی عہدی  
کے جواز پر اجماع امت کا جو فتویٰ مدیر موصوف دے رہے ہیں، اُسے سامنے رکھتے ہوئے میں فقط یہ پوچھنا  
چاہتا ہوں کہ وہ ابن حجر کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں جو یہ کہہ رہے ہیں کہ امیر معاویہ نے فاسق و مارق بیٹے کی  
محبت میں اگر امت کو تباہی سے دوچار کیا اور جو شخص بعد میں ایسا کرے گا وہ منہ کے بل آگ میں گرے گا؟ پھر  
اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ابن حجر کوئی مجرد تاریخی بحث نہیں کر رہے ہیں بلکہ ان کی کتاب کا موضوع  
ہی یہ ہے کہ حضرت معاویہ کے مناقب کا اثبات اور آپ کے مثالب کا ابطال کیا جاتے اور معتزین کے  
شبہات و اعتراضات سے لوگوں کے دلوں اور ان کی زبانوں کو پاک کیا جاتے۔ اس کے باوجود مولانا مودودی نے  
جو کچھ لکھا ہے اور جس پیرائے میں لکھا ہے۔ اس سے شدید تر اور واضح تر انداز میں ابن حجر نے لکھا ہے۔ اس کے  
صرف چند نمونے میں نے نقل کیے ہیں۔ اس کے باوجود مولانا عثمانی صاحب، مولانا مودودی کی جانب روئے سخن  
کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ امیر معاویہ نے یزید کو مٹایا ہونے کی وجہ سے خلافت کے لیے نامزد  
کیا تھا وہ کلمہ و ظلم کا ارتکاب کرتا ہے!

یزید کی مغزوریت | بعض حضرات اُس حدیث سے بھی یزید کے مناقب و محامد ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں  
جو صحیح بخاری اور دیگر کتب میں غزوہ روم کے سلسلے میں وارد ہوئی ہے اور جس میں شمر کلتے غزوہ کو مغفرت کی  
بشارت دی گئی ہے بعض قارئین نے مجھ سے تقاضا کیا ہے کہ اس خوشخبری کے مفہوم پر بھی روشنی ڈالی جائے۔  
میرے لیے اس موضوع پر یہاں تفصیلی بحث ممکن نہیں ہے۔ اگر اللہ نے کبھی مہلت عطا فرمائی تو پوری شرح و

بسط کے ساتھ میں بعض متعلقہ مباحث پر گفتگو کروں گا۔ یہاں میں سرور دست شاہ ولی اللہ صاحب کی شرح تراجم بخاری کا ایک اقتباس نقل کرتا ہوں جو مختصر ہونے کے باوجود جامع اور فیصلہ کن حیثیت رکھتا ہے۔ کتاب الجہاد باب ما قبل فی قتال الروم کے زیر عنوان فرماتے ہیں:

قوله مغفور لهم تسلك بعض الناس

بهذا الحديث في مجاوزة ليلانه كان من جملة هذا

الجيش الثاني بل كان رأسهم رئيسهم على ما

يشهد به التواريخ والصحيح انه لا يثبت

بهذا الحديث الاكونه مغفورا له ما تقدم

من ذنبه على هذه الغزوة لان الجهاد من

الكفارات وشأن الكفارات ازالة الآثار

الذنوب السابقة عليها لا الواقعة بعدها نعم

لو كان مع هذا الكلام انه مغفور له الى يوم

القيامة لدل على نيافته وليس فليس بل

امرء مفوض الى الله تعالى فيما ارتكب من

القبائح بعد هذه الغزوة من قتل الحسين

عليه السلام وتخریب المدينة والاصرام

على شرب الخمر ان شاء عقاعنه وان

شاء عذبه كما هو مطرد في حق سائر

العصاة على ان الاحاديث الواردة في

شان من استخف بالعنزة الطاهرة و

الملحد في الحرم والمبدل للسنة تبقى مخصصا

”مغفور لهم“ کے ارشاد نبوی کو دلیل بنا کر بعض

لوگوں نے یزید کی نجات پر استدلال کیا ہے کیونکہ

وہ بھی اس دوسرے لشکر میں شامل بلکہ ان کا سالار

تھا جیسا کہ تاریخ گواہی دیتی ہے لیکن صحیح بات یہ

ہے کہ اس حدیث سے صرف اتنی بات ثابت ہوتی ہے کہ

اس غزوے سے پہلے کے گناہ جو یزید نے کیے تھے، وہ بختم

گئے۔ کیونکہ جہاد کفارات میں سے ہے اور کفارات کا معاملہ

یہ ہے کہ ان سے پہلے کے گناہ زائل ہوتے ہیں، نہ کہ بعد کے

ہاں، اگر انھن غزوے کے کلام کے ساتھ یہ الفاظ بھی ہوتے کہ

اس کی مغفرت قیامت کے دن تک ہے، تب وہ اس

کی نجات پر دلالت کرتے اور اگر یہ الفاظ نہیں ہیں تو نجات

پر دلالت بھی نہیں ہے بلکہ اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے

اس غزوے کے بعد جن قبایح کا ارتکاب اس نے کیا،

یعنی حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا، مدینہ منورہ کو تباہ

کیا اور شراب نوشی پر اصرار کیا ان پر اگر اللہ چاہے تو

معاف کر دے اور چاہے تو عذاب دے جیسا کہ تمام

عامیوں کے بارے میں طے شدہ ہے۔ اور اگر یزید کی

لہذا العموم لو فرض شمولہ لجميع الذنوب شمولیت تمام گناہوں میں مان لی جائے تو تمام گناہوں  
 در شرح تراجم ابواب صحیح البخاری، دائرۃ المعارف کے متعلق جو عمومی اصول طے ہے کہ ان کی معافی اور نرا  
 العنایہ ۱۳۶۸ء) دونوں کا امکان ہے، یزید کے معاملے میں وہ عموم  
 بھی باقی نہ رہے گا بلکہ اس میں وہ احادیث تحدید و تخصیص پیدا کر دیں گی جن میں اہل بیت کا استخفاف کرنے  
 والوں، حرم میں الحاد کرنے والوں اور سنت میں رد و بدل کرنے والوں کو وعید ہے۔

شاہ صاحب کا ارشاد اپنی جگہ واضح ہے۔ بدری صحابہ کرام کی فضیلت و منقبت میں جو نصوص کتاب  
 سنت وارد ہیں، وہ کسی سے مخفی نہیں، حتیٰ کہ ان کے حق میں فرمایا گیا کہ وہ جو چاہیں کرتے رہیں، ان پر کوئی  
 گرفت نہیں۔ اس کے باوجود ان پر اجر لے کر حدود ہوا۔ ان میں سے (ثعلبہ) مدینہ چھوڑ کر وہاں میں آباد  
 ہوئے اور صلوة جمعہ اور زکوٰۃ کی ادائیگی میں تساہل کیا۔ پھر نام ہوتے، اگر زکوٰۃ پیش کی مگر اسے رد کر دیا  
 گیا۔ بعد میں خلفائے راشدین نے بھی اس کی زکوٰۃ قبول کرنے سے انکار کر دیا، یہاں تک کہ اس کا انتقال  
 اسی حال میں ہوا۔

مزید ایک بات جس کی طرف اشارہ کر دینا مناسب ہے، وہ یہ ہے کہ جو لوگ تاریخی روایات کا  
 شدت سے انکار کرتے ہیں وہ بھی اس غزوے والی حدیث کو یزید پر منطبق کرتے ہوئے تاریخ کا سہارا لینے  
 پر مجبور ہیں کیونکہ حدیث میں تو یزید کا ذکر خیر نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام لے کر شہادت  
 نہیں فرمائی، مزید تفصیلات تاریخ ہی بتاتی ہے اور جہاں تک تاریخ کا تعلق ہے اس میں کچھ اختلاف بھی  
 منقول ہے کہ یزید لشکر میں تھا یا نہیں، تھا تو پہلے لشکر میں تھا یا دوسرے میں، اور کس حیثیت سے گیا تھا یا  
 بھیجا گیا تھا، خیر، یہ بحث تو اپنی جگہ پر ہے، مجھے جو کچھ کہنا تھا وہ یہ کہ جو میان یزید تاریخ کو دریا برد کرنا  
 چاہتے ہیں، انہیں خسارے کا یہ پہلو بھی مد نظر رکھنا چاہیے کہ کتب تاریخ کو کالے پانی میں غرق کر دینے کے  
 بعد مجرّد قرآن و حدیث سے یزید کے فضائل و مناقب کا استخراج بڑا دشوار ہو جائے گا، کتاب و سنت  
 ذکر یزید سے پاک ہے۔

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کے ارشادات | اب میں آخر میں چاہتا ہوں کہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کی

کتاب ”شہید کربلا“ کے چند اقتباس بھی نقل کر دوں۔ مولانا موصوف کے فضل فرزند کی نظر سے یہ کتاب ضرور گزر چکی ہوگی مگر دوسرے قارئین نے ممکن ہے کہ اس کا مطالعہ نہ کیا ہو جناب مفتی صاحب کی عبارات مع عنوانات درج ذیل ہیں :

”خلافتِ اسلامیہ پر ایک حادثہ عظیم“

”خلافت کا سلسلہ جب امیر معاویہ پر پہنچتا ہے تو خلافتِ راشدہ کا رنگ نہیں رہتا، ملوکیت کی صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ معاویہ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ زمانہ سخت فتنہ کا ہے، آپ اپنے بعد کے لیے کوئی ایسا انتظام کریں کہ مسلمانوں میں پھر تلوار نہ نکلے اور خلافتِ اسلامیہ پارہ پارہ ہونے سے بچ جائے۔ باقتضاء حالات یہاں تک کوئی نامعقول یا غیر شرعی بات بھی نہ تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی آپ کے بیٹے یزید کا نام مابعد کی خلافت کے لیے پیش کیا جاتا ہے۔ کوفہ سے چالیس خوشامد پسند آتے ہیں یا بھیجے جاتے ہیں کہ معاویہ سے اس کی درخواست کریں کہ آپ کے بعد آپ کے بیٹے یزید سے زیادہ کوئی قابل اور ملکی سیاست کا ماہر نظر نہیں آتا، اس کے لیے بیعتِ خلافت لی جائے حضرت معاویہ کو شروع میں کچھ تامل بھی ہوتا ہے، اپنے مخصوصین سے مشورہ کرتے ہیں۔ ان میں اختلاف ہوتا ہے، کوئی موافقت میں رہتے دیتا ہے، کوئی مخالفت میں۔ یزید کا فتنہ و فحور بھی اُس وقت تک نہیں کھلاتا تھا۔ بالآخر بیعتِ یزید کا قصد کر لیا جاتا ہے اور اسلام پر یہ پہلا حادثہ عظیم ہے کہ خلافتِ نبوتِ ملوکیت میں منتقل ہو جاتی ہے“

”اسلام پر بیعتِ یزید کا حادثہ“

”شام و عراق میں معلوم نہیں کس کس طرح خوشامد پسند لوگوں نے یزید کے لیے بیعت کا پرچا کیا اور یہ شہرت دی گئی کہ شام و عراق، کوفہ و بصرہ یزید کی بیعت پر متفق ہو گئے۔ اب حجاز کی طرف رخ کیا گیا۔ حضرت معاویہ کی طرف سے امیر مکہ و مدینہ کو اس کام کے لیے مامور کیا گیا۔ مدینہ کا عامل مروان تھا۔ اس نے خطیبہ دیا اور لوگوں سے کہا کہ امیر المؤمنین معاویہ ابو بکر و عمر

لے جملہ عنوانات مفتی صاحب سی کے تجویز فرمودہ ہیں۔

کی سنت کے مطابق یہ چاہتے ہیں کہ اپنے بعد کے لیے یزید کی خلافت پر بیعت لی جائے۔ عبدالرحمنؓ ابن ابی بکرؓ کے ہونے اور کہا کہ یہ غلط ہے، یہ ابوبکرؓ و عمرؓ کی سنت نہیں، بلکہ کسریٰ و قیسریٰ کی سنت ہے۔ ابوبکرؓ و عمرؓ نے خلافت اپنی اولاد میں منتقل نہیں کی اور نہ اپنے کنبہ و رشتہ میں۔ حجاز کے عام مسلمانوں کی نظر میں ابی بیت ابی ہریرہؓ پر لگی ہوئی تھیں، خصوصاً حضرت حسینؓ بن علیؓ پر، جن کو وہ بطور پر حضرت معاویہؓ کے بعد مستحق خلافت سمجھتے تھے۔ وہ اس میں حضرت حسینؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، عبدالرحمن بن ابی بکرؓ، عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن عباس کی رائے کے متفق تھے کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ ان حضرات کے سامنے اول تو کتاب و سنت کا یہ اصول تھا کہ خلافت اسلامیہ خلافت نبوت ہے، اس میں وراثت کا کچھ کام نہیں کہ باپ کے بعد بیٹا خلیفہ ہو، بلکہ ضروری ہے کہ آزادانہ انتخاب سے خلیفہ کا تقرر کیا جائے۔ دوسرے یزید کے ذاتی حالات بھی اس کی اجازت نہ دیتے تھے کہ اس کو تمام ممالک اسلامیہ کا خلیفہ مان لیا جائے۔ ان حضرات نے اس سازش کی مخالفت کی اور ان میں سے اکثر آخر دم تک مخالفت پر جمے رہے۔ اس حق گوئی اور حمایت حق کے نتیجہ میں مکہ و مدینہ میں دارورسن اور کوفہ و کربلا میں قتل عام کے واقعات پیش آئے۔

حضرت معاویہؓ مکہ میں

”حضرت معاویہؓ حج کے لیے مکہ مکرمہ تشریف لائے یہاں اول حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو بلایا اور فرمایا: ”آے ابن عم! تم مجھ سے کہا کرتے تھے کہ مجھے ایک رات ایسی گزارنا پسند نہیں جس میں میرا کوئی امیر نہ ہو۔ میں نے اس امر کے پیش نظر اپنے بعد کے لیے یزید کی خلافت پر بیعت لے لی ہے کہ میرے بعد مسلمانوں میں افراتفری نہ پھیلے۔ سب مسلمان اس پر متفق ہو گئے، تعجب ہے کہ آپ اختلاف کرتے ہیں۔ میں آپ کو متنبہ کرتا ہوں کہ مسلمانوں کے جمع شدہ نظم کو مختل نہ کریں اور فساد نہ پھیلائیں“

حضرت ابن عمرؓ نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

”آپسے پہلے بھی خلفاء تھے اور ان کے بھی اولاد تھی۔ آپ کا بیٹا کچھ ان کے بیٹوں سے بہتر

نہیں ہے۔ مگر انہوں نے اپنے بیٹوں کے لیے وہ رائے قائم نہیں کی جو آپ اپنے بیٹے کے لیے کر رہے ہیں، بلکہ انہوں نے مسلمانوں کے اجتماعی مفاد کو سامنے رکھا۔ آپ مجھے تفریقِ ملت سے ڈراتے ہیں، سو آپ یاد رکھیں کہ تین تفرقہ بین المسلمین کا سبب ہرگز نہ بنوں گا۔ میں مسلمانوں کا ایک فرد ہوں۔ اگر سب مسلمان کسی راہ پر چڑ گئے تو میں بھی ان میں شامل رہوں گا۔“

۵۔ اس کے بعد عبدالرحمن بن ابی بکرؓ سے اس معاملے میں گفتگو فرمائی۔ انہوں نے شدت سے انکار کیا کہ میں اس کو کبھی قبول نہیں کروں گا۔ پھر عبداللہ بن زبیرؓ کو بلا کر خطاب کیا، انہوں نے بھی ایسا ہی جواب دیا۔“

### اجتماعی طور پر معاویہ کو صحیح مشورہ

”اس کے بعد حضرت حسین بن علیؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ وغیرہ جا کر معاویہ سے ملے اور ان سے کہا کہ آپ کے لیے یہ کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ آپ اپنے بیٹے زبیر کے لیے بیعت پر اصرار کریں۔ ہم آپ کے سامنے تین صورتیں رکھتے ہیں جو آپ کے پیشرووں کی سنت ہے:

۱۔ آپ وہ کام کریں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کہ اپنے بعد کسی کو متعین نہیں فرمایا، بلکہ مسلمانوں کی رائے عام پر چھوڑ دیا۔

۲۔ یا وہ کام کریں جو ابوبکرؓ نے کیا کہ ایک ایسے شخص کا نام پیش کیا جو نہ ان کے خاندان کا ہے، نہ ان کا کوئی قریبی رشتہ دار ہے اور اس کی اہلیت پر بھی سب مسلمان متفق ہیں۔

۳۔ یا وہ صورت اختیار کریں جو حضرت عمرؓ نے کی کہ اپنے بعد کا معاملہ چھ آدمیوں پر دائر کر دیا۔ اس کے سوا ہم کوئی چوتھی صورت نہیں سمجھتے، نہ قبول کرنے کے لیے تیار ہیں۔ مگر معاویہؓ کو اس پر اصرار رہا کہ اب تو زبیر کے ہاتھ پر بیعت مکمل ہو چکی ہے۔ اس کی مخالفت آپ لوگوں کو جائز نہیں ہے۔“

”شہید کربلا“ دارالاشاعت، مولوی مسافر خانہ، کراچی ص ۱۶۸

اب مولانا مودودی کی عبارتوں پر جس طرح کی حاشیہ آرائی اور ان سے جس طرح کا استنتاج مدیر البلاغ نے کیا ہے، اگر دوسرا شخص بھی وہی طریقہ اختیار کرے تو کہہ سکتا ہے کہ زبیر کی بیعت ولایت عہد کے معاملہ کو سارٹ



اور امیر معاویہؓ کو خوشامد پسند قرار دینا نیت پر حملہ ہے جس کا حق کسی شخص کو نہیں دیا جاسکتا اور حضرت معاویہؓ کے متعلق یہ کہنا کہ وہ اپنے صاحبزادے اور اس مگی ولی عہدی کے حق میں پروپگنڈا کرتے تھے اور صحابہ کرام کو ڈرتے دھمکاتے تھے، ان پر بدعنوانیوں کا الزام ہے۔ مگر غیب سمجھتا ہوں کہ مولانا موصوف کی تحریر کو یہ معافی پہنانا اور ان سے یہ نتائج برآمد کرنا بالکل غلط ہے اور جو کچھ انہوں نے فی الاصل فرمایا ہے، وہ بالکل درست اور تاریخی حقائق سے ثابت ہے۔ البتہ میں مولانا محمد تقی صاحب سے ایک سوال ضرور کر دوں گا اور وہ یہ کہ جب مولانا مفتی محمد شفیع صاحب بھی حضرت حسین، حضرت عبداللہ ابن عمر، حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم کی پیرائے بلا تنقید نقل کر رہے ہیں کہ "کتاب و سنت کا اصول یہ ہے کہ خلافت اسلامیہ، خلافت نبوت ہے اور اس میں وراثت کا کچھ کام نہیں کہ باپ کے بعد بیٹا خلیفہ ہو" اور مفتی صاحب کے بقول یزید کو ولی عہد بنانا ایک "سازش، خلافت اسلامیہ پر ایک حادثہ عظیمہ اور اسلام پر ایک حادثہ" تھی تو پھر اس کے جواز پر اجماع امت کیسے ہو گیا جسے ثابت کرنے کی سعی "البلاغ" میں کی گئی ہے؟ میں حیران ہوں کہ بیٹے اور یزید جیسے بیٹے کی ولی عہدی کے جواز پر اجماع کے بعد پھر آخر شیعہ حضرات کے نظریہ وصیت پر کیا اعتراض باقی رہ جاتا ہے۔ وہ بھی تو یہی کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عم زاد اور داماد کو اپنا جانشین نامزد کر دیا اور پھر آگے اسی طرح باپ کے بعد بیٹے تک امامت منتقل ہوتی رہی۔

قوموں کے عروج و زوال۔ انقلابات عالم کے داخلی اور خارجی محرکات۔ تہذیب و تمدن کی ترقی و انحطاط کے بارے میں مغربی مفکرین سپنگلر، ہیکل اور مارکس نے جو کچھ کہا ہے اس کی فکر انگریز تفسیر اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس کا تجزیہ

### عبدالحمید صدیقی کی انگریزی کتاب

A PHILOSOPHICAL INTERPRETATION

تاریخ کی فلسفیانہ تعبیر

OF HISTORY

میں ملاحظہ فرمائیں۔ قیمت دس روپے

ملنے کا پتہ: مکتبہ ترجمان القرآن - اچھہ - لاہور